مشورہ اور اس کی اہمیّت

محمد مسلم شیخ ○

انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں کمی اور کوتاہی فطری ہے کیونکہ انسان نہ عقل میں کامل ہے اور نہ ہی پوری بصیرت کا حامل ہے۔ اس لیے اسلام نے انسان کی ان بنیادی کمزوریوں کو دُور کرنے‘ انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بہتر انداز سے گزارنے‘ صحیح سمت پر قائم رہنے اور بڑے نقصانات سے بچنے کے لیے جو ہدایات اور احکام دیے ہیں ان میں ایک اہم ہدایت اپنے معاملات میں باہم مشورہ کرنا ہے۔

امام راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں لکھا ہے کہ: ایک دوسرے سے رجوع کر کے کسی رائے پر پہنچنے کا نام مشورہ ہے‘ اور شوریٰ اس معاملے کو کہتے ہیں جس کے بارے میں مشورہ کیا جائے۔ شوریٰ کا لفظ اسمبلی اور مجلس شوریٰ کے لیے بھی مستعمل ہے۔ لفظ شوریٰ قرآن مجید میں تین مقامات پر وارد ہوا ہے اور ان تینوں مقامات پر انسانی زندگی کے نہایت اہم مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ جس سے نہ صرف اس لفظ کے معنی اور مفہوم کا تعین ہو جاتا ہے‘ بلکہ اسلام میں مشورے کی اہمیّت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

مشاورت کا مقصد باہمی گفت وشنید کے بعد کسی منصوبے کو تیار کرنا اور اس کے اطلاق کو قابلِ عمل بنانا ہے۔ ایک محقق جونز کے نزدیک مشاورت ایک ذاتی حرکت کا عمل ہے جو دو افراد کے درمیان واقع ہوتا ہے جس میں ایک فرد عمر رسیدہ اور زیادہ تجربہ کار ہوتا ہے یا دوسرے سے زیادہ

○ نائب مہتمم جامعۃ الہدیٰ‘ سیٹلائٹ ٹاؤن‘ میر پور خاص

ذہین ہوتا ہے۔ یہ عمر رسیدہ فرد باہمی گفت وشنید کی بدولت اپنے سے کم عمر یا کم تجربہ کار فرد کے مسائل کی تشریح کرتا ہے اور مسائل کے حل میں مدد دیتا ہے۔ مشاورت کا مطلب درحقیقت خود آگاہی ہے، اس کی بدولت فرد کو اس بات سے آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو کس طرح استعمال کر سکتا ہے اور اپنی مشکلات پر کس طرح قابو پا سکتا ہے۔ اس طرح مشاورت میں ایک فرد مشورہ دینے والا ہوتا ہے جسے مشیر کہتے ہیں اور دوسرا فرد وہ ہے جسے مشورہ دیا جاتا ہے۔ مشورے سے کسی مسئلے کے جملہ پہلو سامنے آتے ہیں جس سے مسئلے کی نوعیت سمجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ مشورہ اور مشاورت کے معنی ہیں رائے معلوم کرنا، باہمی سوچ بچار کرنا۔

قرآن سے استدلال

۱- سورۂ شوریٰ میں ہے: وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ (الشوریٰ ۴۲:۳۸) ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ گویا، اہلِ اسلام کا ہر معاملہ باہمی مشورے سے طے ہوتا ہے۔

یہ مکی سورہ ہے اور مکہ میں اسلامی ریاست ابھی تک وجود میں نہ آئی تھی اس لیے اہلِ اسلام کو ہر معاملے اور ہر بات میں باہمی مشورہ کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ وہ ایک منفرد معاشرہ قائم کرنے اور اسے چلانے کی صلاحیت اور استعداد پیدا کرلیں۔ یہ بات اسلام میں شوریٰ اور افہام و تفہیم کی اہمیت کی دلیل ہے۔

۲- سورہ بقرہ میں ہے: فَاِنْ اَرَادَ فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْھُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا (۲:۲۳۳) ''پھر اگر وہ دونوں (میاں بیوی) آپس کی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔

۳- سورۂ اٰل عمران میں ہے: وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (۳:۱۵۹) ''اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمھارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسا کرو''۔

سورۂ آل عمران کی مذکورہ آیت کریمہ مفسرین اور اہلِ علم کی خصوصی توجہ کا مرکز رہی ہے۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی امورِ دنیا اور معاملاتِ حکومت میں اہلِ اسلام سے مشورہ لینے اور کثرتِ رائے کا احترام کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حالاں کہ اللہ کے رسولؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپؐ کسی سے مشورے کے محتاج نہ تھے۔ لیکن اُمت کے لیے ایک اسوہ اور سنت قائم کرنا مقصود تھا۔ ان آیات کے علاوہ بھی بے شمار آیات سے مشورے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

اسوۂ رسولؐ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے بھی یہ ثابت ہے کہ شوریٰ قانون بھی ہے اور حکمت عملی بھی ہے۔

○ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب شوریٰ کا حکم آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول، اگرچہ مشورہ کرنے سے بے نیاز ہیں مگر مشورے کا یہ حکم اس لیے ہے تاکہ اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہو۔ اُمت کا جو فرد رائے اور مشورہ طلب کرے گا کبھی اعلیٰ درجے کی رہنمائی سے محروم نہ ہوگا اور جو مشورے کو ترک کرے گا وہ کبھی بھی مشکلات سے نہ نکلے گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

○ حضرت قتادہؓ کی رائے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی نازل ہونے کے باوجود، اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جائیں اور شوریٰ اُمت کے لیے قانون بن جائے (روایت ابن جریر)

○ حضرت حسنؓ کی روایت سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ شوریٰ کے حکم کا مقصد یہ تھا کہ اس میں صحابہؓ کے لیے قانونی جواز پیدا ہو جائے اور بعد میں اُمت کے لیے ایک مستقل حکمت عملی بن جائے۔ (فتح الباری، ص ۲۸۶)

○ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے اس کے مسلمان بھائی نے (اپنے کسی معاملے میں) مشورہ طلب کیا ہو اور اس نے اُس کے مفاد کے خلاف مشورہ دیا تو اس نے اپنے بھائی سے خیانت کی۔ (الادب المفرد، ص ۳۵۴)،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جہاں اجتہاد کا حکم دیا وہاں مشورے کا بھی حکم دیا۔ آپؐ کا ذاتی معمول بھی یہی تھا کہ تمام معاملات میں صحابہ کرامؓ سے اجتماعی اور انفرادی مشورہ لیتے تھے۔

○ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: عقل مند سے مشورہ کرو، ہدایت پاؤ گے اور اس کی نافرمانی مت کرو، کہیں نادم نہ ہونا پڑے۔ (الدر المنثور ۲:۹۰)

○ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے رفقا سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسولؐ اللہ تھے۔ (ترمذی، کتاب الجہاد۔ بخاری)

○ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب تمھارے حکمران تم میں سے بہتر لوگ ہوں اور تمھارے دولت مند لوگ سخی ہوں اور تمھارے معاملات باہمی مشورے سے طے کیے جاتے ہوں تو زمین کی پیٹھ تمھارے لیے اس کے پیٹ سے بہتر ہے''۔ (ترمذی، ج۲، ص۳۳۰)

○ حضرت عائشہؓ بھی فرماتی ہیں کہ میں نے لوگوں سے رائے لینے اور مشورہ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان نہیں دیکھا۔

○ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے مشورے کی اہمیت بیان کی اور فرمایا: اگر میں شوریٰ کے بغیر کسی کو خلیفہ بناتا تو اُم عبد کے بیٹے (عبداللہ بن مسعودؓ) کو بناتا۔ (مستدرک حاکم، ج۳، ص۳۱۸۔ ترمذی، ج۲، ص۴۴)

معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص موقع پر یہ حضورؐ کی ذاتی رائے تھی مگر آپؐ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ آپؐ خود نامزد فرما سکتے تھے مگر آپؐ نے شوریٰ کے حق کو باقی رکھا۔

○ جنگِ بدر کے موقع پر اجتماعی مشورے کے بعد جنگ کے لیے میدان میں نکلے۔ (مسلم، باب غزوۂ بدر)

○ جنگِ احزاب میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے خندقیں کھدوائی گئیں۔ (ابن سعد، ص۶۶، ج۲)

○ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اِفک و بہتان کے سلسلے میں بھی آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا، حالانکہ یہ آپؐ کا ذاتی اور گھریلو معاملہ تھا۔ آنحضورؐ نے اپنی عائلی زندگی کے اس مخصوص

معاملے میں بھی حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ اور عام مسلمانوں سے بھی انفرادی طور پر مشورہ کیا اور ثابت فرمایا کہ زندگی کے ہر معاملے میں مشورہ مفید ہوتا ہے۔ آپؐ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مشورے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ چنانچہ، آپؐ نے ارشاد فرمایا: اگر ابوبکرؓ اور عمرؓ شوریٰ میں ایک رائے پر جمع ہو جائیں تو میں اس کے خلاف نہیں کروں گا۔ (مظھری، ج ۲، ص ۱۶۱)

خلفاے راشدین کا طرز عمل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے حکمران، ان لوگوں سے مشورہ لیا کرتے تھے جو اپنی دیانت اور امانت کے اعتبار سے قابلِ اعتماد ہوتے اور جو دین کا علم رکھتے تھے۔ (بخاری، ج ۲، ص ۱۰۹۰)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب آپ کو کسی فیصلہ طلب معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ ملتی تو معاشرے کے سرکردہ افراد سے مشورہ لیتے تھے۔ جب کسی بات پر اتفاق رائے ہو جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔ حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (الدارمی، ج ۱، ص ۵۸)

حضرت عمرؓ کی مجلسِ شوریٰ کے ارکان علومِ قرآنیہ کے ماہرین ہوا کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہ کتاب وسنت کے بعد، میں اس فیصلے کا پابند ہوں گا جس پر تمھارا اتفاق رائے ہو چکا ہو۔ (تاریخ طبرانی، ج ۲، ص ۱۵۹)

حضرت علیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر ہم کوئی چیز قرآن وسنت میں نہ پائیں تو کیا کریں؟ حضورؐ نے فرمایا: قانون جاننے والے عبادت گزار مسلمانوں سے مشورہ کرو۔ مزید فرمایا: ایسے موقع پر کسی کی انفرادی رائے جاری نہ کرو۔ (اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۵۴)

مشورے کی مختلف صورتیں

معاملات دو طرح کے ہوتے ہیں: ۱- انفرادی معاملات ۲- اجتماعی معاملات۔

○ **انفرادی معاملات**: انفرادی معاملات میں مشورہ شخصی ہوتا ہے کہ جس میں آدمی

اپنے ذاتی معاملے میں کسی سے مشورہ کرتا ہے۔ جس کو انفرادی مشورہ کہتے ہیں۔

○ اجتماعی معاملات: اجتماعی معاملات سے مراد وہ معاملات ہیں جن میں دو یا دو سے زائد افراد کے مفادات وابستہ ہوں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی معاملات میں کسی ایک شخص کا اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالنا اور دوسرے متعلقہ اشخاص کو نظرانداز کر دینا درست نہیں ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اجتماعی معاملات میں سب کی رائے لی جائے۔

اس میں سب سے اہم اور نازک حیثیت شوریٰ اہلِ حل و عقد کی ہے، یعنی حکومتی سطح کے فیصلے، جن میں وزرا اور مشیران اور عوامی نمایندے ریاست کو چلانے کے لیے سربراہِ حکومت کو مشورے اور رائے دیتے ہیں جس کے نتیجے میں کوئی اجتماعی فیصلہ ہوتا ہے۔ جیسے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا گورنر بناتے وقت شوریٰ بلائی گئی تھی۔ ارکان شوریٰ نے اپنی اپنی رائے پیش کی اور کافی غور و خوض کے بعد معاذؓ بن جبل کو (گورنر بنا کر) یمن بھیجا گیا۔ (مجمع الزوائد، ص ۴۶، ج ۹ بحوالہ اسلامی سیاست)

آخر الذکر صورت دراصل اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد ہے جس پر اہلِ قلم نے سیاست کے عنوان سے قلم اٹھایا ہے۔ دراصل اسلامی حکومت شورائی حکومت ہے اور صاحبِ اقتدار اُس کا رہنما ہے۔ امامِ شوریٰ کے اختیارات کا نمایندہ ہے اور حکمت عملی کے دائرے میں مجلسِ شوریٰ کے فیصلوں کا ترجمان ہے۔ اس حیثیت سے اسلامی حکومت کا راہنما عام انسانوں میں سے ایک انسان ہے۔ شوریٰ کا فیصلہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے کوئی شخص صدارت کے منصب عظمیٰ پر فائز ہوتا ہے اور اُمت کی رائے عامہ ہی سربراہِ حکومت کو اس کے عہدے سے معزول کر سکتی ہے۔ شوریٰ وہ اصول ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نظام میں پارلیمنٹ کا فیصلہ صدر کے فیصلے پر قانونی فوقیت رکھتا ہے۔ سربراہِ حکومت کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس کی طاقت شوریٰ کی طاقت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے بے نیاز ہو کر کام کرنا اس کے دائرہ اختیار سے تجاوز ہے۔

علامہ ابن عطیہؒ نے اس معاملے میں واضح لکھا ہے کہ اگر سربراہِ حکومت ماہرین علم و فن اور اُمت کے دین دار افراد کی شوریٰ طلب کیے بغیر اپنی رائے سے کام کرتا ہے تو اس کو عہدے سے معزول کر دینا چاہیے۔ اس پر تمام علمائے قانون متفق ہیں۔ (فتح القدیر شوکانی، ص ۳۶۰)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر جماعت کا کوئی فرد اپنے کسی بھائی سے مشورہ طلب کرے' تو مشورہ دینا اس کے لیے لازمی ہو جاتا ہے۔(ابن ماجہ)

صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدے سے فارغ ہو کر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اب اسی حدیبیہ کے مقام پر قربانی کر کے سر منڈواؤ اور احرام کھول دو۔ یہ بات تین مرتبہ فرمائی مگر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا' کیونکہ صحابہؓ پر اس وقت رنج و غم کا شدید غلبہ تھا۔ حضورؐ کے دورِ رسالت میں اس ایک موقعے کے سوا کبھی ایسی صورت حال پیش نہیں آئی تھی کہ آپؐ صحابہؓ کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لیے دوڑ نہ پڑیں۔ حضورؐ کو اس موقعے پر سخت صدمہ ہوا۔ اس کٹھن مرحلے میں آپؐ نے اُم المومنین حضرت سلمہؓ سے مشورہ کیا اور اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا اور اُم المومنینؓ کے مشورے پر خود قربانی کی اور سر منڈایا اور پھر آپؐ کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی قربانیاں کرلیں اور احرام کھول دیے۔

یہ ہیں وہ روایات جن سے مشورے کی اہمیت وضرورت پر روشنی پڑتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشورہ ایک قانون بھی ہے اور حکمت عملی بھی ہے۔

مشورے کا دائرہ کار

قرآن مجید میں مشورے کا جو حکم دیا گیا ہے یہ حکم ان امور کے بارے میں ہے جو قرآن کے قانونِ اساسی میں طے شدہ نہیں ہیں اور مشورے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ دنیاوی امور کو دین کے ماتحت چلایا جائے۔(اسلام کا نظامِ حکومت بحوالہ شوکانی' ج۱' ص۳۶۰)

اس قاعدے کلیے کے لحاظ سے مسلمان شرعی معاملات میں اس امر پر تو مشورہ کرسکتے ہیں کہ کسی نص کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد کس طریقے سے کیا جائے تاکہ اس کا منشا ٹھیک طور سے پورا ہو لیکن اس غرض سے کوئی مشورہ نہیں کرسکتے کہ جس معاملے کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے کر دیا ہو اس میں وہ خود کوئی آزادانہ فیصلہ کریں۔(تفہیم القرآن' ج۴' ص۵۱۰)

اسی طرح معصیت اور نافرمانی کے کسی معاملے میں مشورہ لینا یا دینا بھی معصیت ہے اور مومن کی شان کے خلاف ہے۔

مشورے کی حقیقت

امام راغب اصفہانیؒ نے تصریح کی ہے کہ مشورے کا مفہوم آرا کا حاصل کرنا ہے اور اس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں۔ ایک طرف رائے لینے والے ہوتے ہیں جو اپنی ذمہ داریوں کی ادایگی میں مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ دوسری طرف رائے دینے والے ہوتے ہیں۔ ایک سمت کے اصحاب دوسری سمت کے لوگوں سے رائے طلب کرتے ہیں اور کامیابی کے لیے ایک فیصلے پر پہنچ جاتے ہیں بس اسی کا نام مشورہ ہے۔ (مفردات القرآن ' ج ۲' ص ۳۴۵)

اس لحاظ سے مشاورت کے پانچ اہم پہلو سامنے آتے ہیں:

۱- مشاورت کے عمل میں شریک دونوں حضرات کے مابین خوش گوار تعلقات۔ ۲- دونوں افراد کے مابین مطلوبہ مسئلے پر کھل کر گفتگو۔ ۳- مشیر میں اہلیت' تجربے اور خود اعتمادی اور قوتِ فیصلہ۔ ۴- مشاورت کے عمل میں مشیر کا مطلوبہ مسئلے کو آہستہ آہستہ آگے بڑھانا۔ ۵- مشاورت سے قبل مکمل تیاری کرنا۔

مشاورت کے طریقے

مشاورت کے بہت سارے طریقے ہیں ان میں ذیل کے طریقے قابلِ ذکر ہیں:

۱- **یک جہتی پیدا کرنا**: اس کا مطلب یہ ہے کہ فرد کو اُس کے ماحول کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرنے کے لیے آمادہ کیا جائے۔

۲- **ماحول کی تبدیلی**: فرد کے ماحول کو تبدیل کر دیا جاتا ہے کیونکہ ایک بدلے ہوئے ماحول میں انسان اپنے لیے آسانی محسوس کرتا ہے۔

۳- **مناسب مہارتوں کا حصول**: مشورہ لینے والے کی کمزوریوں کی نشان دہی کر کے انھیں دُور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۴- **رویے میں تبدیلی**: مشورہ طلب کرنے والے فرد کے رویے کا جائزہ لیا جا سکتا ہے اور پھر اسے اپنے رویے میں مناسب تبدیلی لانے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔

۵- **انٹرویو**: یہ مشورے کی ایک اہم تکنیک ہے۔ اس کی بدولت فرد سے روبرو گفتگو کی

جاتی ہے اور ایسا اہتمام کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی اندرونی کیفیت کا خود بخود اظہار کرتا چلا جائے۔ انٹرویو کے دوران دوستانہ فضا قائم ہو اور ہر قسم کی معلومات کو محفوظ رکھا جائے اور آخر میں نتیجہ اخذ کر کے درپیش معاملے کا حل تجویز کیا جاتا ہے۔

مشورے کی حکمت

— مشورہ کرنے سے من جانب اللہ حق اور صحیح بات کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔
— مشورے سے معاملے میں خیر و برکت ہوتی ہے اور وزن اور قوت آتی ہے۔
— اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پیروی ہوتی ہے۔
— کسی معاملے میں مشورہ کرنے اور اس پر کھل کر گفتگو کرنے سے اس کے مثبت و منفی پہلو سامنے آتے ہیں جس سے مثبت پہلو کو اپنا کر اس کے منفی پہلو سے بچ جانے سے نقصان کا اندیشہ نہیں رہتا۔
— مشورے سے کام کی نئی نئی راہیں نکلتی ہیں اور کام میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔
— اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنے سے رائے عامہ کا اعتماد اور تعاون حاصل ہوتا ہے۔
— مشورہ کرنے سے اعلیٰ رہنمائی اور رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے۔
— مشورہ کرنے سے صحیح غور و فکر اور درست نتائج تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔
— مشورے سے یکسوئی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور صبر و تحمل کی صفت پیدا ہوتی ہے۔
— مشورے کے بعد کام میں اگر کوئی کمی رہ جائے تو بھی انسان نفس اور لوگوں کی ملامت سے بچ جاتا ہے۔
— مشورہ کرنے سے لوگوں میں خوش گوار برادرانہ تعلق مستحکم ہوتا ہے۔
— مشورے سے رویوں کا جائزہ لے کر انسان کو مناسب تبدیلی پر آمادہ کیا جاتا ہے۔
— مشورے سے خود اعتمادی اور مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

مشیر کی صفات

مشیر کا کردار ایک کنجی کی مانند ہے جس سے وہ صندوق کا تالا کھول کر حقیقت کا اندازہ کرتا

ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ معتمد ہوتا ہے' (ابوداؤد' ج ۵' ص ۳۴۵)۔ گویا مشیر وہ ہونا چاہیے جس کی امانت و دیانت پر بھروسا کیا جاسکتا ہو۔

مشیر کی صفات دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک مثبت' یعنی وہ صفات جن کا پایا جانا بہتر اور ضروری ہے۔ دوسری منفی صفات جن کا نہ ہونا بہتر اور ضروری ہے۔

○ **مثبت صفات**: ۱- مسلمان ہو ۲- عاقل' بالغ ہو ۳- معتمد علیہ ہو' ۴- عادل اور دیانت دار ہو' ۵- امین (امانت دار) ہو' ۶- حسنِ ظن رکھتا ہو' ۷- علم و ذہانت سے آراستہ ہو (کم از کم جس مسئلے میں مشورہ لیا جا رہا ہو اس میں گہری بصیرت رکھتا ہو)' ۸- معاملہ فہم اور صاحب الرائے ہو' ۹- حالات سے باخبر ہو' ۱۰- تدابیر کے اعتبار سے پختہ ہو' ۱۱- حلم و بردباری سے آراستہ ہو اور ۱۲- راست باز اور سچا ہو۔

○ **منفی صفات**: ۱- لالچی اور حریص نہ ہو' ۲- خود غرض اور خود پسند نہ ہو' ۳- بخیل اور ڈرپوک نہ ہو' ۴- بدظن نہ ہو' ۵- مشورہ طلب کرنے والے کا دشمن نہ ہو' ۶- متکبر' بے پروا اور لاابالی نہ ہو۔

مشورہ اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اس تفصیلی جائزے سے یہ بات بخوبی اجاگر ہو جاتی ہے کہ اسلامی معاشرت میں اس کی مضبوط روایت رہی ہے۔ یہ مسلمانوں کی ایک اہم معاشرتی قدر ہے۔ ایک جمہوری معاشرے کی روح بھی مشاورت میں ہے نہ کہ آمریت۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مضبوط روایت اور قدر کو آگے بڑھایا جائے۔ مشورہ محض رسم بن کر نہ رہ جائے بلکہ ایک فرد کی ذاتی زندگی' خاندان' اداروں' تنظیموں اور جماعتوں سے لے کر' اقتدار اعلیٰ تک تمام امور میں اس روایت اور قدر کو ملحوظ رکھا جائے تاکہ یہ ایک معاشرتی چلن بن جائے۔ آمریت کے بجائے مشاورت فروغ پائے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ بحیثیت مجموعی اگر مشورے کے ان مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے' تو بہت سی ذہنی الجھنوں سے نجات مل سکتی ہے اور زندگی آسان اور پُرمسرت ہوسکتی ہے۔